انسان خلیفہ ہے مگر کس کا؟

تحریر: غلام سرور قریشی ریٹائرڈ ٹیچر عباس پورہ جہلم

اللہ احسن الخالقین نے تخلیق آدم کا ارادہ فرمایا اور اپنے اس مبارک ارادہ سے فرشتوں کو ان الفاظ سے آگاہ کیا۔ ﴿انی جاعل فی الأرض خلیفة﴾ ''میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' توجہ رہے کہ صرف خلیفہ کہا گیا ہے، اپنا خلیفہ نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے یہ خیال خود ساختہ ہے کہ انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ خلیفہ کے لغوی معانی ''جانشین اور ولی عہد'' کے ہیں۔ ظاہر ہے بادشاہ کا ولی عہد اس کی وفات کے بعد بادشاہ بنتا ہے اور باپ کی وفات کے بعد، بیٹا اس کا جانشین ہوتا ہے یعنی پہلے جگہ خالی ہوتی ہے اور پھر ولی عہد یا جانشین خالی جگہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو کہیں جانا نہیں ہے۔ اس نے کوئی جگہ خالی نہیں کرنی ہے لہٰذا کوئی اس کا جانشین یا ولی عہد نہیں ہوسکتا جبکہ خلیفہ ولی عہد اور جانشین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ولم یزل کا جانشین نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ کہا ہے۔

ایک اور مقام پر حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق آیا ہے: ''تجھے زمین میں خلیفہ بنایا گیا ہے۔'' یہاں بھی داؤد علیہ السلام نبی کو اپنا خلیفہ نہیں فرمایا گیا، صرف خلیفہ کہا گیا ہے۔ پس یہ خیال خود ساختہ ہے کہ انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے۔ ہمارے خلفائے راشدین، نبی ﷺ کے جانشین تھے، اس لئے خلفائے اسلام تھے۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے علمائے سلف کے سامنے جب لفظ خلیفہ کے ولی عہد اور جانشین والے معانی آئے تو وہ رک گئے اور کوئی دوسرا لفظ، خلیفہ کے ترجمہ کے واسطے تلاش کیا اور نائب کا استعمال کرنے لگے مگر نائب پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے، وہ ولی عہد یا جانشین پر اٹھنے والے اعتراض سے سنگین تر ہے۔ نائب، قائم مقام ہوتا ہے۔ جو ''صاحب مقام'' کی غیر حاضری میں اس کے اختیارات، اسی طرح استعمال کرتا ہے جس طرح وہ خود کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ''صاحب مقام'' تدبیر کائنات کرتے ہیں تو کیا:

الف: اللہ تعالیٰ کا جو بھی مفروضہ نائب ہوسکتا ہے، وہ بھی خود اللہ تعالیٰ کی طرح ہی تدبیر کائنات کرتا ہے؟

ب: اللہ تعالیٰ اپنے مقام سے اتر کر کہیں چلے گئے ہیں جو "قائم مقام" ان کے مقام پر متمکن ہوگیا ہے؟

ان دونوں سوالات کے جواب اگر ہاں میں ہیں تو یہ صریحاً کفر ہے۔

ج: اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی مفروضہ نائب اس کے اختیارات الوہیت وتدبیر کائنات بروئے کار لاسکتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے اختیاراتِ حکومت میں اس کا ساجھی ہے اور یہ خیال شرک فی الاختیارات ہے کیونکہ وہ خود فرماتا ہے: ﴿ولم یکن لہٗ شریک فی الملک﴾ اس کی بادشاہی اور اختیارات حکمرانی میں کوئی اس کا ساجھی نہیں ہے۔

اگر انسان کو اس کا خلیفہ مانا جائے تو یہ صورت سامنے آتی ہے جو نہایت ہی خوفناک ہے۔ کوئی حاکم بالا دست اپنے اختیارات اسی صورت میں اپنے کسی نائب کو تفویض کرتا ہے جبکہ وہ خود تو راجدھانی میں بیٹھا ہو اور مملکت کے دور دراز علاقوں تک پہنچتے پہنچتے اس کے احکامات کے پیچھے اس کی قوتِ نافذہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے اس لئے وہ اپنے احکامات مختلف صوبوں یا ولایتوں کے والیوں اور گورنروں کو ارسال کرتا ہے کہ وہ قوتِ نافذہ کا نیا زور ان کی پشت پر رکھ کر انہیں نافذ کریں تو کیا اللہ تعالیٰ، جو عرش پر متمکن ہے، اس کی قوتِ نافذہ کا العیاذ باللہ بھی یہی حال ہے کہ جو فیصلہ وہ عرش پر کرتا ہے، زمین تک آتے آتے ان کے پیچھے قوتِ نافذہ کا زور گھٹ جاتا ہے اور یہاں اس نے زمین پر انسان کو اپنا نائب یا قائم مقام بنایا ہوا ہے کہ وہ اپنی قوت نافذہ کا تازہ زور، اس کی گھٹتی ہوئی قوت نافذہ میں شامل کر کے اس کے فیصلوں یا قوانین کو اس کی زمین پر نافذ کر دے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ عرش پر بیٹھا جو فیصلے کرتا ہے، انہیں اپنی ناقابل پیمائش سلطنت کے آخری کونوں تک ایک جیسی قوت کے ساتھ نافذ کرتا ہے۔ وہ عرش اعلیٰ پر جب یہ ارادہ فرمالیتا ہے کہ تحت الثریٰ کی چٹانیں ہل جائیں اور زلزلہ برپا کردیں یا زمین کی انتہائی گہرائیوں سے ابلتا ہوا لاوا باہر نکل آئے تو وہ صرف "کن" کہتا ہے اور "فیکون" کے نتیجے میں فضاؤں، ہواؤں اور زمینوں میں ہولناک تبدیلیاں آن واحد میں رونما ہوجاتی ہیں۔ کیا اس کے اس فیصلہ کو اس کا مبینہ خلیفہ فی الارض یعنی انسان نافذ کرتا ہے؟

میں جن علمائے کرام کے قدموں میں بیٹھتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ انسان، ان معنی میں "فی الأرض خلیفة" ہے کہ وہ زمین میں احکاماتِ الٰہیہ کو نافذ کرتا ہے۔ بات احکاماتِ الٰہیہ کی نہیں بلکہ یہ ہے

کہ آخر اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو خود ہی کیوں نہیں نافذ کر دیتا جیسا کہ وہ مذکورہ بالا تدبیر کائنات کے فیصلے اپنے ''کن'' کے حکم سے نافذ کر دیتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تدبیر کائنات تو وہ بلاشرکتِ غیرے کرتا ہے مگر اپنے شرعی احکام کے نفاذ و اجراء کیلئے اپنے قائم مقام انسان سے کام لیتا ہے۔ مگر یہ جواب اس لئے ناقص ہے کہ ایسی کوئی تقسیم قرآن یا حدیث میں نہیں آتی ہے۔ پھر اس لئے ناقص ہے کہ انسان ہی تو ہے جس نے اس کی زمین میں ہمیشہ سے فساد پھیلا رکھا ہے۔ یہ درست ہے کہ تاریخ انسانی میں بڑے بڑے خوبصورت ادوار بھی گزرے ہیں اور سب سے خوبصورت دور ہمارے نبی ﷺ کا ہے۔ لیکن بہت سے غیر مسلم حکمرانوں کے ادوار بھی تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، جو خود وجود باری تعالیٰ کے منکر تھے مگر زمین کو اپنی گڈ گورنینس سے مثالی جگہ بنا گئے۔ اپنی انصاف پسندی کے ذریعے اپنی اپنی سلطنتوں کو امن و سلامتی کا گہوارہ بناتے رہے۔ جیسا کہ مشہور مجوسی بادشاہ انوشیرواں نے اپنی رعایا پروری اور عدل گستری کے ذریعے اپنے عہد کو تابندہ کر دیا حالانکہ وہ آتش پرست تھا۔ اس کا قانون سلطنت، شریعت اسلام نہ تھا۔ قانونِ انصاف کی فرمانروائی ہی اس کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ آتش پرست جس نے اللہ کی زمین میں انصاف قائم کیا اور اس سے ظلم و جور کو مٹایا اور اسے جنت نظیر بنایا کیا وہ اس زمین میں اللہ کا خلیفہ تھا؟ میں کہتا ہوں نہیں، کیونکہ وہ غیر مسلم تھا حالانکہ اس کا یہ سارا کارنامہ عین منشائے الٰہیہ تھا!

پس یہ توجیہہ کہ انسان زمین میں اللہ کا نائب ہے کیونکہ وہ اس کے احکام کو نافذ کرتا ہے، ناقص ہے۔

اول: اس لئے کہ اللہ کسی نائب، قائم مقام، معاون و مددگار کی ضرورت سے منزہ ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ سب عجز کی صورتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو عجز لاحق نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ نقص ہے اور اس کی ذات والا شان ہر نقص سے پاک ہے۔

دوم: اس لئے کہ انسان اگر واقعی کبھی احکام الٰہیہ کو نافذ کرتا ہے تو کبھی بلکہ اکثر اوقات شیطان کا چیلا بن کر احکام الٰہیہ کی سنگین خلاف ورزیاں کرتا ہے لہٰذا یہ توجیہہ ناقص ہے۔

ہم نے قرآن مجید میں پڑھا ہے کہ تخلیق کائنات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین سے پوچھا تھا کہ وہ فرمانبرداری کریں گے یا نہیں تو انہوں نے فرمانبرداری کا اعلان کیا تھا۔ تب سے اب تک اور تا ابد وہ ان احکام کی پیروی کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے دیئے تھے۔ وہ بے زمان و بے تکان و بے چون و چرا وہ فریضہ انجام دے رہے ہیں جو ان کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ سورج کے متعلق بھی یہی آیا ہے کہ وہ ایک زبردست تقدیر کے تحت اپنے مستقر کی طرف محوِ سفر ہے۔ اسی طرح زمین، سورج کے گرد اپنی روزانہ اور سالانہ گردش بلا روک کر رہی ہے جس کے نتیجے میں دن رات جنم لے رہے ہیں اور موسمی تغیر و تبدل ہو رہا ہے۔ اسے ہم ان کا کوئی اختیار نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ اپنی نوکری بجا لا رہے ہیں جو ان کے خالق نے ان کے ذمہ لگا دی ہے لہٰذا وہ صرف نوکر اور بے زبان فرمانبردار ہیں۔ اللہ نے انہیں کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔

یہی حال دیگر نوامیس فطرت کا ہے۔ یہ سب اس کی غلامی میں اپنا اپنا وظیفہ ازلی و ابدی بجا لا رہے ہیں۔

یہی حال ملائکہ مقربین کا ہے۔ اس نے جو جو کام ان کے ذمہ لگا دیا ہے، وہ اس لئے نہیں لگایا تھا کہ وہ خود ان کاموں کے کرنے سے عاجز تھا، بلکہ اس لئے لگائے تھے کہ حزم و حشم کی یہ افواج اس کے جلال و اکرام کی علامت کے طور پر کام کریں۔ وہ صرف وہی کام کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں جو ان کے ذمہ لگایا گیا تھا اور وہ کام ان کے ذمہ اس لئے نہیں لگایا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ان کے کرنے سے عاجز تھا بلکہ اس لئے لگایا تھا کہ یہی اس کی شان کے لائق تھا۔

انسان کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ اسے آزادی انتخاب و عمل دی گئی ہے۔ مگر یہ آزادی اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق ہے جو اس نے اپنی دوسری مخلوق کو دی ہے۔ یہ آزادی اس نے اپنے کسی اختیار یا اقتدار میں سے کاٹ کر انسان کو نہیں دی ہے۔ اسی آزادی کے ساتھ دراصل اس نے انسان کو اپنی غلامی کے حصار میں جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ اسی غلام کو وہ اپنی حدود دکھاتا ہے۔ اس آزادی کے ذریعے اسے ایک زبردست امتحان میں ڈال دیا گیا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے: ﴿لیبلو کم ایکم احسن عملا﴾ انسان کے سامنے اپنے انبیاء کے ذریعے ہدایت اور گمراہی یا غلامی و سرکشی کے دونوں راستے واشگاف کر کے رکھ دیئے اور اسے عقل و شعور عطا کر کے آزاد کر دیا کہ عقل سے کام لیتے ہوئے جس طرح ہو چاہے کسی ایک راہ کو اختیار کرے۔ صراط مستقیم وہ

راستہ ہے جو ہر دور کے انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے رکھا اور یہی صراط مستقیم اپنے آخری نبی سیدنا و مولانا محمد ﷺ اسوۂ حسنہ کی شکل میں قیامت تک کے انسانوں کے سامنے رکھ دیا اور حکم دیا کہ جو اس راستہ پر چلنا قبول کر لیں وہ دوسروں کو اس پر چلنے کی دعوت دیں اور صراط غیر مستقیم یعنی گمراہی کے راستے پر چلنے والوں کو روکیں۔ یہ دوگونہ حکم برداری ہے۔ پس انسان صرف گردن جھکا سکتا ہے یا طغیان اختیار کر سکتا ہے اور کامیاب وہ ہے جو دوگونہ حکم برداری کرتا ہے۔ پس وہ صرف اور صرف دوگونہ حکم برداری کے ذریعے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے بخوبی عیاں ہے کہ انسان، مجادات کی طرح صرف تابع مہمل نہیں ہے اور اسے آزادی انتخاب راہ اور عمل دی گئی ہے۔

اب ہم انبیائے کرام علیہم السلام کا حوالہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے یہی لائق تھا کہ وہ اپنی ہدایت، اپنے بندوں تک، اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے پہنچاتا اور اگر اس کی شان کے لائق کوئی اور طریقہ ہوتا تو ہزاروں راہیں کھلی تھیں۔ حکمت بالغہ ترسیل مرسلین میں یہ تھی کہ وہ بشر رسول کے طور پر، اپنی اپنی بشرایت کے سامنے آسمانی ہدایت پر خود عمل کر کے بتا دیتے کہ جس طرح اس ہدایت پر بشر رسول کیلئے عمل پیرائی آسان ہے، اسی طرح ہر بشریت پر بھی آسان ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس زمین پر زمین پر اللہ تعالیٰ کے ماذون نمائندہ تھے داعیاً الی اللہ باذنہٖ ان نمائندگان ماذوں کا فریضہ آسمانی ہدایت بندوں تک پہنچانا اور انہیں دربار الٰہیہ میں لا کھڑا کرنا تھا۔ ''اے نبی، جو کچھ آپ پر آپ کے رب نے نازل کیا ہے وہ (بندوں تک) پہنچا دیں۔'' یہ ابلاغ ان معنوں میں نہیں ہے جو جاہل پرویز اور اس کے گمراہ متبعین نے اختیار کیے ہیں۔ نبی ﷺ آسمانی ہدایت کے شارح ہی نہیں بلکہ شارع بھی نہیں۔ شارح کی حیثیت میں آپ ﷺ تفسیر بیان کرتے تھے اور شارع کی حیثیت میں اس ہدایت پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور آپ ﷺ کا یہی عمل شریعت اسلام ہے جسے آپ ﷺ کا اسوحسنہ کہا گیا ہے۔

یاد رہے یہ تفسیر اور شرع بھی آسمانی ہدایت کے تحت تھیں۔

اسی کار ابلاغ میں آپ ﷺ سے پہلے کئی انبیاء علیہم السلام اپنی جانوں سے گزر گئے اور آپ ﷺ نے بھی اس راہ میں بڑے بڑے شدائد کا سامنا کیا۔ ابوجہل اور ابولہب کی سخت مخالفت کے باوجود

آپ ﷺ نہایت ثابت قدمی اور مستعدی سے اس کام میں لگے رہے۔ گھر بار چھوڑا، بیت اللہ شریف سے جدائی برداشت کی۔ ہجرت کی پر خطر رات کے نوائب دیکھے۔ غار ثور کی چٹانوں پر لیٹے۔ زخم کھائے۔ یہ سب کچھ کیوں تھا؟ صرف اس لئے کہ آسمانی ہدایت بندوں کے سامنے رکھیں۔ پھر جب یہ بندے اس ہدایت کو مسترد کرتے تو آپ ﷺ انکے انجام بد پر دل و جان سے کڑھتے۔ اس ساری کیفیت کی تفصیل ''**فلعلک باخع النفسک**'' اور ''**لست علیهم بمصیطر**'' کی تفسیر میں پڑھ لیجئے۔ ابوجہل وابولہب، عتبہ وشیبہ اس ساری جدوجہد وابلاغ ہدایت کے باوجود، دولت ایمان سے محروم ہی ہے تو ارشاد ہوا آپ اپنا کام کئے جائیں، ہدایت دینا نہ دینا ہمارا اپنا کام ہے۔ یہ جواب اس ہستی کو ملا جو افضل البشر ہی نہ تھی بلکہ اشرف الانبیاء بھی تھی۔

پس جس طرح تکوینی اختیارات میں اللہ تعالیٰ کسی کا دخل نہیں پسند کرتا اسی طرح تصریف قلوب کا اختیار بھی اپنے پاس ہی رکھتا ہے اور مجلہ انبیاء علیہم السلام اس کا عبد ہونے کی حیثیت میں ابلاغ ہی کے مکلّف تھے۔ عبدہٗ و رسولہٗ کا یہی مفہوم ہے۔ تبلیغ اسلام انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمہ لگا دی مگر دلوں کی دنیا بدلنے کا اختیار اپنے پاس رکھا۔

راقم، کم علم نے قرارداد مقاصد میں پہلی بار ''نیابت الٰہیہ'' کی ترکیب پڑھی تھی۔ یہ قرارداد علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا علمی شاہکار ہے۔ نیابت، اصلاً تو نائب یا قائم مقام ہونا ہی ہے۔ مگر علامہ موصوف نے اسے غلامی کا ہم معنی کر دیا ہے۔ پس جن انسانوں نے نبی ﷺ کی دعوت اسلام کو قبول کرلیا ہے، وہ نیابت الٰہیہ کے تحت اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی غلامی میں آگئے ہیں۔ پس یہی غلام، خود غلامی کر رہے ہیں اور دوسروں کو یہ غلامی قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں مگر بہت سارے لوگ غلامی اختیار کرنے کے انکاری ہوگئے۔

یہاں ایک بار پھر ثابت ہوتا ہے کہ اگر انسان باعتبارِ نوع، اللہ کا خلیفہ ہے اور اس لئے ہے کہ وہ زمین میں فرامین الٰہیہ کو نافذ کرتا ہے تو وہ جو اس غلامی کو مسترد کر کے، کارِ شیطانی میں لگ گئے، اسفل سافلین کے ذلیل درجے پر جا گرے اور جنہیں خود قرآن نے ﴿کالانعام بل هم اضل﴾ کہا ہے، کیا نوعی طور پر انسان نہ تھے؟ پھر یہ کہ نوع انسانی اگر ساری کی ساری زمین میں اللہ کی خلیفہ تھی تو چاہئے تھا کہ پہلے دعوت انبیاء علیہم السلام کو قبول کرتی اور پھر ہمہ تن اس پر کاربند ہو جاتی اور اپنی نسلوں کو ایسے حسین قالب میں ڈھالتی جو

سیرت و کردار کے لحاظ سے اس اسوہ کا نمونہ ہوتیں جو خدا کا پسندیدہ تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا کیونکہ انسان نوعی طور پر نہ تو جمادات کی طرح تابع مہمل ہے اور نہ حیوانات کی طرح جبلت کا قیدی! فطرت اسلام پر پیدائش پر جب اسے آزادی اختیار و عمل دی گئی تو وہ جبلی طور پر غلام نہ رہا۔ اب اگر وہ شعوری طور پر غلامی یا سرکشی اختیار کرتا ہے تو نوعی طور پر زمین میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ نوعی خصائص تبدیل نہیں ہوسکتے۔ اسی لئے وہ فطرت کے مقاصد کی ترجمانی و پابندی بھی کرتا اور کبھی اس کی سنگین خلاف ورزی کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ یہ محال تھا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں، اپنا نائب یا خلیفہ کسی ایسی مخلوق کو بنا دیتا جس کا طرز عمل کبھی تو اس کی منشا و رضا کے مطابق ہوتا اور کبھی اس کے الٹ! وائسرائے ہند کیلئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ ملکہ یا بادشاہ انگلستان کی کوئی حکم عدولی کرتا۔

پس اگر انسان زمین میں اللہ تعالیٰ کا وائسرائے، نمائندہ، نائب یا خلیفہ تھا تو اس کیلئے ممکن ہی نہ ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی حکم عدولی کرتا۔ ہاں انبیائے کرام علیہم السلام زمین میں اس کے وائسرائے تھے۔ اس کے ماذون نمائندے تھے اسی لئے تو ان کی ذات سے کبھی نافرمانی کا صدور نہ ہوا تھا حالانکہ وہ نوع بشر میں سے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی حفاظت میں رکھا تھا اور جب کبھی وہ کسی خطرے سے دوچار ہوئے تو آگے بڑھ کر وہ خطرہ ان سے دور کر دیا جیسے یوسف علیہ السلام کو اپنی برہان دکھا کر ہم بہا کے سنگین خطرے سے محفوظ کر دیا۔ یہ استثنائی صورت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کیلئے تھی مگر آدم علیہ السلام و یونس علیہ السلام کو جب یہ استثنا نہ دیا تو ان سے چوک ہوگئی۔

موجودہ بادشاہ عبد اللہ آف سعودی عرب، اپنے بھائی بادشاہ فہد کے خلیفہ ہیں، خلفائے راشدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے اور ہم سب کیا مسلم اور کیا غیر مسلم اپنے اپنے اجداد و اسلام کے خلفاء ہیں، اور یہی مفہوم خلیفہ کا ہے کہ انسان میں یہ صلاحیت رکھ دی گئی ہے کہ وہ اپنے پیچھے اپنی نسل چھوڑ جاتا ہے جو کل مخلوق کا خاصہ ہے۔

ہم مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاف ہیں اور یہ دیکھنا ہم پر واجب ہے کہ ہم خلف الرشید ہیں یا ناخلف؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلف الرشید، ما انا علیہ واصحابی کی راہ پر چل رہے ہیں جو واحد صراط مستقیم ہے اور ناخلف ان منحنی راہوں پر چل رہے ہیں جو ایک بار خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کھینچ کر دکھاتے تھے۔

والحمد للہ رب العالمین